۲۳- وَ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔

۲۴- فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ۔

۲۳- اور جو کتاب ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے اگر اس بارے میں تم لوگوں کو کسی قسم کا شک ہو تو اس جیسی ایک سورت بنالاؤ اور اللہ کے علاوہ جو تمھارے مددگار ہیں انھیں بلالو! اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔

۲۴- اگر تم نے ایسا نہیں کیا اور ہرگز ایسا نہ کرسکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر بنیں گے۔ جو کافروں کے لیے مہیا کی گئی ہے۔

۲۳- وَ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا۔

اور جو کتاب ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے اگر اس بارے میں کسی قسم کا شک ہو۔

تاکہ اس شک کی بنیاد پر انکار نہ کر بیٹھو کہ محمدؐ اللہ کے رسول نہیں ہیں اور یہ کہ جو قرآن ان پر نازل ہوا وہ میرا کلام نہیں ہے...........حالاں کہ میں نے مکہ مکرمہ میں اس بات کو واضح نشانیوں سے تم پر ظاہر کردیا تھا۔ جیسے بادل کا آں حضرتؐ پر سایہ فگن ہونا اور جمادات کا انھیں سلام کرنا وغیرہ وغیرہ۔

فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ — تو تم اس جیسی ایک سورت بنالاؤ۔

یعنی کیا تمھارے درمیان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا کوئی فرد ہے جو نہ پڑھنے لکھنے میں مصروف تھا نہ ہی اس نے کوئی کتاب پڑھی اور نہ ہی کسی عالم کے پاس گیا اور نہ کسی کی شاگردی اختیار کی تم ان کے سفر وحضر سے واقف ہو کہ چالیس برس اسی طرح گذرے پھر انھیں ''جَوَامِعُ الْعِلْم'' تمام علوم کا مجموعہ عطا ہوا یہاں تک کہ انھوں نے اوّلین وآخرین کا علم جان لیا۔

کیا اس قرآن کی مثال کتب سابقہ میں ملتی ہے جس میں ایسی بلاغت اور نظم وترتیب ہو۔

حدیث کی مشہور کتاب ''کافی'' میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اس دور کے افراد خطابت اور گویائی میں سب پر غالب تھے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے ذریعہ ایسے مواعظ واحکام عطا کیے

جس نے ان کے قول کو باطل کردیا اور اس طرح ان پر حجّت ثابت کردی۔ جس طرح موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس وہ چیزیں لے کر آئے جس نے جادو کو باطل کردیا کیوں کہ اُن کے دور میں جادو کا غلبہ تھا اور عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف طب وحکمت لے کر آئے اور انھوں نے مردوں کو جلایا، اندھوں کو بینائی عطا کی اور کوڑھیوں کو صحت بخشی کیوں کہ اس دور میں طب کا زور تھا۔ [۱]

وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ–

تم اللہ کے علاوہ اپنے تمام (حمایتیوں) مددگاروں کو بلالو۔

اے مشرکو! تم اپنے بتوں کو بلالو اور اے یہود ونصاریٰ تم اپنے شیطانوں کو پکارو اور اے منافقو! اور آل محمدؐ سے دشمنی رکھنے والو! تم اپنے مُلحد ساتھیوں کو آواز دو جو تمھارے خیال میں تمھاری گواہی دیں گے کہ تم حق پر ہو اور تم جن کے بارے میں یہ سمجھتے ہو کہ وہ رب العالمین کے حضور تمھاری عبادت کے گواہ بنیں گے اور وہ خداوند عالم سے تمھاری شفاعت کرکے تمھارے حق میں گواہی دیں گے کہ جو کچھ تم لائے ہو وہ قرآن کی مثل ہے۔ [۲]

اور ایک قول کے مطابق آیت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ تمھاری نصرت کریں گے کہ تم قرآن کے مقابلے پر کوئی اور کتاب بنالاؤ جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا (۸۸: اسراء۔ ۱۷)

(اے پیغمبرؐ) آپ ان سے کہہ دیجیے کہ اگر تمام انسان اور جنات یکجا ہوجائیں اور اس قرآن کی مثال لانا چاہیں تو وہ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر رہیں گے خواہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہوجائیں۔ لفظ شہید کے معنی ہیں رہنما، ناصر اور گواہی پر باقی رہنے والا۔

اور یہ جو گواہوں کو بلانے کی بات کہی گئی ہے تو یہ حسّی یا خیالی ہوسکتی ہے۔ [۳]

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ– اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو۔

جیسا کہ تمھارا نظریہ ہے کہ حضرت محمدؐ نے اس قرآن کو خود گڑھ لیا ہے، اللہ نے اس قرآن کو ان پر نازل نہیں کیا ہے۔

۲۴– فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا– اگر تم نے ایسا نہیں کیا۔

جس بات کے لیے میں نے تم کو للکارا ہے (تحدّی کی ہے) تو اے رب العالمین کی حجّت کا انکار کرنے والو!

---

[۱] الکافی ص ۲۴۔۲۵ ج ۱ [۲] اقتباس از تفسیر امام عسکریؑ ص ۱۵۴ [۳] انوار التنزیل ص ۳۵ ج ۱

وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا– اور تم ہرگز ایسا نہ کرسکو گے۔

یہ تم سے کبھی نہ ہوسکے گا اور نہ ہی تم اس بات پر قدرت رکھتے ہو۔

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ–

تو تم جہنم کی اس آگ سے بچو! انسان اور پتھر جس کے ایندھن ہوں گے۔

حجارۃ سے مراد گندھک کا پتھر ہے کیوں کہ اس میں سب سے زیادہ گرمی ہوتی ہے۔کتاب ''احتجاج'' طبرسی میں امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک پہاڑ کے قریب سے گذرے تو دیکھا کہ کچھ پتھر رو رہے ہیں تو آں حضرتؐ نے ان سے دریافت کیا کہ رونے کا سبب کیا ہے؟ تو ان پتھروں نے جواب دیا کہ اے رسول اللہ! حضرت عیسیٰ علیہ السلام میرے پاس سے گذرے تھے اور وہ لوگوں کو جہنم کی آگ سے ڈرایا کرتے تھے کہ انسان اور پتھر اس کے ایندھن ہوں گے تو میں ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ پتھر میں تو نہیں تو آں حضرتؐ نے فرمایا تم ڈرو نہیں وہ گندھک کا پتھر ہے۔ یہ سن کر اس پتھر کو سکون وقرار نصیب ہوا۔ [۱]

اور کہا گیا ہے کہ اس پتھر سے مراد وہ بت ہیں جنھیں ان مشرکین نے تراشا، ان کی قربت حاصل کی اور شفاعت کی لالچ میں ان کی عبادت کرتے رہے جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے:

اِنَّكُمۡ وَمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَؕ اَنۡتُمۡ لَهَا وٰرِدُوۡنَ۔ (۹۸:الانبیاء۔۲۱)

اے کافرو! تم اور اللہ کے سوا تم جن (چیزوں) کی عبادت کرتے ہو، (وہ سب) دوزخ کا ایندھن ہوں گے اور تم (سب کے سب) اس میں داخل ہوکر رہو گے۔ [۲]

''تفسیر قمّی'' میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ دنیاوی آگ آتش جہنم کے ستّر حصّوں میں سے ایک حصّہ ہے جسے ستّر مرتبہ پانی سے بجھایا جا چکا ہے اس کے بعد یہ شعلے بھڑک رہے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو کوئی شخص بھی اس کے بجھانے پر قدرت نہ رکھ سکتا تو اس دنیاوی آگ کو لاکر روزِ قیامت جہنم کی آگ پر رکھ دیا جائے گا تو وہ آگ ایسی چیخ مارے گی جسے سن کر خوف کے مارے کوئی مقرّب فرشتہ اور کوئی نبی مرسل ایسا نہ ہوگا جو گھٹنے کے بل نہ بیٹھ جائے۔[۳]

اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ– وہ آگ کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

کافر سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کے کلام اور اللہ کے نبی کی تکذیب کرتے ہیں۔

---

[۱] الاحتجاج،ص۳۲۶ ج ۱ [۲] بیضاوی،ص۳۶ ج ۱ [۳] تفسیر قمّی،ص۳۶۶ ج ۱

۲۵- وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙۗ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾

۲۵- اوراے نبی آپ ان لوگوں کو خوش خبری سنا دیں جو اس کتاب پر ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے کہ ان کے لیے بہشت کے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ جب بھی انھیں وہاں کے پھلوں کو بطور رزق دیا جائے گا تو وہ کہہ اٹھیں گے یہ پھل تو ہم پہلے بھی کھاتے رہے ہیں۔ درحقیقت انھیں (دنیاوی پھلوں سے) ملتے جلتے پھل دیے جائیں گے۔ اور وہاں پر ان کے لیے پاک وپاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ لوگ ان باغات میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

۲۵- وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ-

(اے نبی) آپ خوش خبری سنادیں ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ بجالائے کہ ان کے لیے بہشت کے باغات ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔

'تَحْتِهَا' کے معنی اس آیت میں یہ ہیں کہ درختوں اور مکانات کے نیچے۔

روایت ہے کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، حضرت عبیدہ بن الحارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔ [۱]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں یہ حدیث حکم عمومی کے منافی نہیں جیسا کہ روایت سے پتا چلتا ہے۔

كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ-

جب بھی انھیں وہاں کے پھلوں کو بطور رزق دیا جائے گا تو وہ کہہ اٹھیں گے یہ پھل تو ہم پہلے بھی کھاتے رہے ہیں۔

---

[۱] تفسیر فرات کوفی، ص ۵۳

جب ان لوگوں کو جنت کے میوے کھانے کو ملے تو وہ کہنے لگے یہ تو ویسے ہی پھل ہیں جو ہم نے دنیا میں کھائے تھے۔ چوں کہ پھلوں کے نام وہی تھے اور ان میں کچھ فرق نہ تھا اس لیے وہ لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ وہی دنیاوی پھل ہیں لیکن اس کی خوشبومختلف تھی اور ذائقہ بھی جدا تھا ان پھلوں کو کھانے کے بعد فُضلہ، صفرا، سودا اور خون کچھ نہیں بنتا سوائے اس پسینے کے جو جسم سے خارج ہوگا جس کی خوشبو مشک جیسی ہوگی۔

وَاُتُوۡا بِهٖ مُتَشَابِهًا ۔ اور درحقیقت انھیں دنیاوی پھلوں سے ملتے جلتے پھل دیے جائیں گے۔

یعنی وہ پھل ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہوں گے۔ وہ سب کے سب پھل منتخب ہوں گے ان میں کوئی بھی غیرمعیاری نہ ہوگا۔ ان پھلوں کی جملہ اقسام نہایت خوش بو دار اور ذائقہ دار ہوگی، وہ دنیاوی پھلوں جیسے نہ ہوں گے جن میں کچھ تو کچے ہیں اور کچھ زیادہ پکے ہوئے اپنی کھٹاس اور کڑواہٹ کی وجہ سے گلنے سڑنے کے نزدیک بلکہ ہر اعتبار سے گئے گذرے۔

مشابہات کا مفہوم ہے جن کا رنگ ایک جیسا لیکن ان کا ذائقہ مختلف ہو۔

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ دنیا میں کسی شئے کی معرفت آخرت میں اس کے مشاہدے کا وسیلہ وذریعہ ہے تو پھر جائز ہوگا کہ هٰذَا الَّذِیۡ رُزِقۡنَا مِنۡ قَبۡلُ۔ سے اہل معرفت کے لیے اشارہ کیا گیا ہو ان کے ان علوم ومعارف کی جانب جو ان کی نگاہوں کے سامنے اور ان کے مشاہدے میں آجائیں۔

وَلَهُمۡ فِيۡهَآ اَزۡوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۔

اور اس (جنت) میں ان کے لیے پاک وپاکیزہ بیویاں ہوں گی۔

یعنی وہ بیویاں حیض ونفاس، تمام غلاظتوں اور نجاستوں سے پاک وپاکیزہ ہوں گی، نہ تو لگائی بجھائی کرنے والی، نہ مکاری کرنے، ٹوہ لگانے اور دھوکا دینے والی اور نہ ہی متلوّن مزاج اور نہ اپنے شوہروں کو غصّہ دلانے، چیخ وپکار کرنے اور کچوکے لگانے والی بلکہ ہر عیب اور نقص سے منزّہ اور مبرّا ہوں گی۔

کتاب فقیہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ نہ تو ان عورتوں کو حیض آئے گا اور نہ ہی بول وبراز ہوگا...... (پیشاب پیخانہ وغیرہ) [1]

وَّهُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ۔ اور وہ لوگ اس (جنت) میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

اس لیے کہ دنیاوی زندگی میں ان کی نیت یہ تھی کہ اگر وہ اس میں زندہ رہتے تو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہتے تو اسی نیت کے سبب انھیں جنت میں دوام نصیب ہوا۔

اور کتاب ''علل الشرائع'' میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے اسی مفہوم کی روایت موجود ہے۔ [2]

---

[1] من لایحضرہ الفقیہ، ص ۵۲۳ [2] علل الشرائع ص ۵۲۳

۲۶- اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖۤ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ
فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ
وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ وَ مَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾
۲۷- الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۪ وَ يَقْطَعُوْنَ
مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ
الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾

۲۶- اللہ اس بات میں شرم محسوس نہیں کرتا کہ وہ مچھّر یا اس سے بھی بڑھ کر کسی اور چیز کی مثال بیان کرے۔ جو لوگ صاحبانِ ایمان ہیں وہ جان لیتے ہیں کہ یہ سب ان کے پروردگار کی جانب سے برحق ہے۔ اور جنھوں نے کفر اختیار کیا ہے، وہ یہ کہتے ہی کہ: ''اللہ ان مثالوں کو کس مقصد کے لیے بیان کرتا ہے؟ وہ اس کے ذریعہ بہت سے لوگوں کو گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے اور بہت سے لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے۔'' حالاں کہ گمراہی میں وہی مبتلا رہتے ہیں جو فاسق ہیں۔
۲۷- جو اللہ سے مضبوط عہد کرنے کے بعد بھی اسے توڑ دیتے ہیں، اور اللہ نے جسے جوڑنے کا حکم دیا ہے اسے کاٹ دیتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں بس یہی لوگ خسارے میں ہیں۔

۲۶- اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖۤ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ-

بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس بات سے نہیں شرماتا کہ مثال بیان کرے مچھر کی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کسی اور چیز کی۔
تاکہ وہ مثالوں کے ذریعہ اپنے مومن بندوں کے لیے حق کی وضاحت کر دے۔
''مَّا'' سے مراد ہر طرح کی مثال یا ''مَّا'' ابہام کو بڑھانے اور نکرہ کو عام کرنے کے لیے آیا ہے۔
''ما فوقها'' سے مراد مکھی ہے اس مثال کے ذریعہ درحقیقت ان لوگوں کو جواب دینا مقصود ہے جو قرآن مجید میں بیان کردہ مثالوں پر طعن و تشنیع کیا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مکھی، مکڑی، بھڑکتی ہوئی آگ، بارش اور بادل کی

مثال قرآن میں کیوں بیان کی ہے۔

''تفسیر مجمع البیان'' میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مچھر کی مثال اس لیے بیان کی ہے کہ اگرچہ یہ جسم میں چھوٹا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ہاتھی جیسے بڑے جانور کو جو اعضاء عطا کیے ہیں وہ سب کے سب مچھر میں موجود ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ مومنین کو اپنی اس عجیب اور لطیف تخلیق سے آگاہ کرنا چاہتا ہے۔ [1]

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ -

مومن یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے رب کی جانب سے یہی حق (بات) ہے۔

یعنی جو مثال بیان کی گئی ہے وہ ان کے رب کی جانب سے حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس کے ذریعہ حق کی وضاحت کی ہے اور صداقت کو بیان کرنا چاہا ہے۔

میں (فیض کاشانی) یہ کہتا ہوں کہ مومنین جانتے ہیں کہ مثال کے لیے ضروری ہے کہ وہ چھوٹائی، بڑائی، بے وقعتی اور شرف میں مُمَثَّل (جس سے مثال دی جائے) کے مطابق ہو۔

اور یہ مثال ان کی نگاہوں کے سامنے مُمَثَّل (جس کی مثال دی گئی) سے کمتر اور بے وقعت نظر آئے۔

وَ اَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ -

اور جو لوگ کافر ہوگئے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے اس مثال کے ذریعہ کیا مراد لیا ہے۔

یعنی اس مثال کو بیان کرنے سے اللہ کا مقصود کیا ہے؟

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ -

وہ (اللہ) ان مثالوں کے ذریعہ بہت سے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہت سوں کی ہدایت کرتا ہے۔

کہا گیا ہے یہ "ماذا" کا جواب ہے یعنی انکار کے سبب بہت سے گمراہ ہوتے ہیں اور قبول کرنے کی وجہ سے بہت سے ہدایت یافتہ تو وہ گویا دونوں سابقہ جملوں کا بیان ہے۔ یعنی دونوں فریق کا وصف کثرت ہے اور اسی سبب سے دونوں کی نسبت اس کی طرف دی گئی۔ [2]

امام حسن عسکری علیہ السلام کی تفسیر میں ہے کہ کفار یہ کہتے ہیں کہ یہ مثال لایعنی ہے۔ اگر ایک طرف یہ ہدایت حاصل کرنے والوں کو فائدہ پہنچاتی ہے تو دوسری طرف گمراہ ہوجانے والوں کے لیے نقصان دہ ہے............تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کو اپنے اس قول سے رد کردیا ہے۔ [3] اور فرمایا:

وَ مَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ -

کہ اس (مثال) سے گمراہ نہیں ہوتے مگر وہ لوگ جو فاسق ہیں۔

---

[1] مجمع البیان، ص ۶۷ ج ۱-۲ [2] بیضاوی، ص ۴۱ ج ۱ و تفسیر امام عسکریؑ ص ۲۰۶ [3] تفسیر امام عسکریؑ ص ۲۰۶

فاسقین سے مراد دین سے خارج، غور وفکر ترک کر کے اپنے نفوس پر ظلم ڈھانے والے اور اللہ کے امر کے خلاف عمل کرنے والے افراد ہیں۔

۲۷- اَلَّذِیۡنَ یَنۡقُضُوۡنَ عَهۡدَ اللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مِیۡثَاقِهٖ ۪ -

جولوگ اللہ سے کیا ہوا وعدہ توڑ ڈالتے ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت حضرت علیؑ کی امامت اور ان کے پیروکاروں کی کرامت کا انکار کر دیتے ہیں۔

وَ یَقۡطَعُوۡنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنۡ یُّوۡصَلَ -

اور وہ ان سے قطع رحمی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جن کی صلۂ رحمی کا حکم دیا ہے۔

یعنی رشتہ داروں اور قرابت داروں سے جو معاہدہ کیا ہے وہ اسے پورا کریں اور ان کے حقوق ادا کریں۔ اور بہترین خاندان اور واجب ترین حق محمدؐ وآل محمدؐ کا ہے جس طرح انسان کے قریبی رشتہ داروں میں ماں باپ کا حق سب سے زیادہ ہے بلکہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق تو والدین کے حق سے بھی بڑھ کر ہے اور اسی طرح ان کے خاندان اور اہل بیت کا حق بھی سب سے بڑھ کر ہے اور ان سے قطع تعلق کر لینا بہت برا اور باعث رسوائی ہے۔ [1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ "وَ یَقۡطَعُوۡنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ" کے ذیل میں انبیاء کرام اور کتب آسمانی میں تفریق کرنا ہے مومنین سے موالات ترک کر دینا، جمعہ اور جماعت کی نماز چھوڑ دینا ہے اور ان تمام باتوں سے قطع تعلق کر لینا ہے جو سراسر خیر ہیں اور ان امور کو بجالانا ہے جو محض شر ہیں۔ اس لیے کہ شر کی وجہ سے اللہ اور بندوں کے مابین تعلّقات منقطع ہوجاتے ہیں جب کہ ہر وصل (ملاپ) اور فصل (علاحدگی) کے مقابلے میں اس سے تعلقات کو استوار رکھنا مقصود بالذّات ہے۔

وَ یُفۡسِدُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ؕ - اور وہ لوگ زمین میں فساد برپا کرتے ہیں۔

اس چیز سے رشتہ ناتا توڑ کر جس سے رشتہ جوڑنے میں نظام کائنات کی فلاح وصلاح مضمر ہے۔

اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ - یہی لوگ خسارے میں ہیں۔

یعنی یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے خود اپنا نقصان کیا ہے اسی وجہ سے جہنم کی طرف جارہے ہیں اور جنّت سے محروم ہیں ہائے افسوس اس خسارے پر جس کی وجہ سے انھیں دائمی عذاب نصیب ہوا اور انھیں ابدی نعمتوں سے محروم کر دیا گیا۔

---

[1] تفسیر امام عسکریؑ، ص ۲۰۶

۲۸- کَیۡفَ تَکۡفُرُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ کُنۡتُمۡ اَمۡوَاتًا فَاَحۡیَاکُمۡ ۚ ثُمَّ یُمِیۡتُکُمۡ ثُمَّ یُحۡیِیۡکُمۡ ثُمَّ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۲۸﴾

۲۹- ھُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ لَکُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا ٭ ثُمَّ اسۡتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىھُنَّ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَ ھُوَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ﴿۲۹﴾

۲۸- تم بھلا اللہ کا انکار کیسے کر سکتے ہو؟ جب کہ تم بے جان تھے اللہ نے تمھیں زندگی بخشی، پھر وہ تمھیں موت سے ہم کنار کرے گا، پھر تمھیں زندگی عطا کرے گا اس کے بعد تم اس کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔

۲۹- وہی تو ہے جس نے تمھارے لیے زمین کی ساری چیزیں پیدا کی ہیں پھر اس نے آسمان کی جانب توجہ کی تو انھیں سات آسمانوں کی شکل میں استوار کیا اور وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

۲۸- کَیۡفَ تَکۡفُرُوۡنَ بِاللّٰہِ - تم اللہ کا کس طرح انکار کر سکتے ہو۔

اس آیت میں کفارِ قریش اور یہودیوں سے خطاب ہے۔

وَکُنۡتُمۡ اَمۡوَاتًا فَاَحۡیَاکُمۡ - جب کہ تم مردہ تھے تو اس نے تمھیں حیات عطا کی۔

یعنی تم باپ کے صُلب اور ماں کے رحم میں مردہ تھے اللہ تعالیٰ نے تمھارے اندر روح ڈال کر تمھیں شِکم مادر سے زندہ باہر نکالا۔

ثُمَّ یُمِیۡتُکُمۡ ثُمَّ یُحۡیِیۡکُمۡ - پھر اس نے تمھیں موت دی اور پھر تمھیں حیات عطا کرے گا۔

یعنی اس دنیا میں موت کا مزا چکھ کر تم قبروں میں چلے جاؤ گے اس کے بعد پھر وہ قبروں میں تمھیں زندگی عطا کرے گا جس میں مؤمنین کو نعمتیں عطا ہوں گی اور کافرین کو عذاب ملے گا۔

ثُمَّ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ - پھر تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

اس واپسی کا تعلق آخرت سے ہے۔ یعنی ایسا ہوگا کہ .... روزِ قیامت تمھیں دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا تا کہ تم سے جو وعدہ کیا گیا ہے، ''اطاعت پر ثواب دینے کا اور گناہوں پر عذاب دینے کا'' اسے پورا کیا جا سکے۔

۲۹- ھُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ لَکُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا -

اللہ وہ ہے جس نے سب چیزیں جو زمین میں ہیں تمھارے لیے پیدا کیں۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سب چیزوں کو اس لیے خلق فرمایا کہ تمھارے لیے باعث عبرت بنیں۔ رضائے خداوندی کے حصول کا سبب اور عذاب جہنم سے بچنے کا ذریعہ ہوں۔ [1]

ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ - پھر وہ (اللہ) آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا۔

یعنی اس کی تخلیق کا آغاز کیا اور اسے استحکام بخشا۔

فَسَوّٰهُنَّ - پھر انہیں درست کیا۔

کہا گیا ہے کہ اس لفظ کا مفہوم یہ ہے کہ آسمانوں کو کجی اور فتور سے محفوظ بنایا ہے۔ ''هُنَّ'' کی ضمیر مبہم ہے بعد میں آنے والی آیت اس کی تفسیر کر رہی ہے۔ [2]

سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ط وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ -

سات آسمان (کی صورت میں) اور وہ ہر شئے کا جاننے والا ہے۔

اس لیے حکمت کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس نے پیدا کیا جو پیدا کیا اور جس طرح پیدا کیا ان سب میں تمھاری بھلائی مدّنظر تھی۔

---

[1] عیون اخبار الرضا ص ١٢-١٣ ج ٢ [2] بیضاوی، ص ٤٤ ج ١